انوارِ رضا
رحمۃ اللہ علیہ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
اردو بازار، لاہور

انوار رضا

رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب	انوارِ رضا
صفحات	۷۷۶
سائز	۸/۲۰ × ۳۰
طباعت	آفسٹ
مطبع	کارواں پریس، لاہور
باراول	۱۵؍ ذیقعد ۱۳۹۷ھ
باردوم	اگست ۱۹۸۶ء بمطابق ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ
قیمت	۳۰۰/- روپے
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور ۲ فون نمبر: ۲۲۱۹۵۳، ۲۲۵۰۸۵

فہرست ہے، ہم نے اختصار کے پیشِ نظر محض چند بھیانک اور افسوس ناک الزامات کو امام احمد رضا کے ارشادات کی روشنی میں بے بنیاد اور ناقابلِ اعتبار ثابت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ گزشتہ اوراق میں ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ اسلوبِ بیان میں جارحیت نہ آنے پائے، نہ ہی احساسِ کمتری شامل ہو، حقیقت پسندانہ طرزِ نگارش اختیار کرنے میں ہمارا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ امام احمد رضا کو اپنے اور بیگانے دیکھیں، پڑھیں، پرکھیں اور سمجھیں۔ اپنے اپنی عقیدت کی دنیا میں اچھی طرح بسالیں اور بیگانے قریب آئیں، آنکھوں سے بدگمانیوں کے پردے ہٹا کر امام احمد رضا کے ان تجدیدی کارناموں سے واقفکاری حاصل کریں جس کے لیئے انہیں موجودہ صدی کا مجدد بنا کر پروردگارِ عالم نے بھیجا تھا۔

اپنوں کا ظلم

بات وہیں پر ختم ہو چکی تھی جہاں بیگانوں کے مظالم کا بیان ختم ہوا تھا، لیکن امام احمد رضا پر مظالم کا وہ صرف ایک رخ تھا، ظلم کا وہ رخ سامنے نہیں آسکا جس کے ذمہ دار اپنے ہی ہیں۔ ہوش و حواس کی درستگی کے ساتھ مخالفین کے سارے اعتراضات کا مطالعہ کیجئے۔ آپ کو اکثر اعتراضات کی مبنیٰ وہ کتابیں ملیں گی جو امام احمد رضا کی تصنیف نہیں ہیں۔ مخالفین کے اسلاف کی کتابیں دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے الزامات کا مقصد امام احمد رضا کی شخصیت کو مجروح کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

انہوں نے جب دیکھا کہ عالمِ اسلام کی نابغہ روزگار شخصیتیں امام احمد رضا کے سامنے سر نیاز جھکائے کھڑی ہیں تو معاصرانہ حسد میں جل بھن کر جو دل میں آیا لکھا اور شائع کیا۔ ۱۹۲۱ء سے پہلے کی ان کتابوں کو پڑھ جائیے جو امام احمد رضا کی مخالفت میں لکھی گئی ہیں، آپ دیکھیں گے کہ اعتراضات و الزامات میں ظنی، قیاسی اور اختراعی باتوں کی بھرمار ہے، وجہ یہ تھی کہ ساری کوششوں کے باوجود امام احمد رضا کی تصنیفات کے انہیں وہ مواد ہی نہ مل سکا جو ان کی سوزشِ فکر کے لیے مرہم ثابت ہوتا۔ لیکن امام احمد رضا کے پردہ فرمانے کے بعد چند کتابیں ایسی شائع ہوئیں، جنہیں نہ شائع کرنے سے امام احمد رضا کا کوئی نقصان نہ تھا، 'نغمۃ الروح' ہرگز امام احمد رضا کی تصنیف نہیں ہے، لیکن کچھ کہا نہیں جاتا۔ اہلِ عقیدت کی اس نذرِ عقیدت کے بارے میں اور کچھ کہا نہیں جاتا۔ نذرِ عقیدت کے طور پر پیش کی جانے والی یہ چند ورقی کتاب 'نغمۃ الروح' خدا معلوم امام احمد رضا نے قبول فرمایا کہ نہیں لیکن ان کے مخالفین نے نہ صرف اسے آنکھوں سے لگایا بلکہ امام پر جارحانہ حملہ کے لیئے اسے ہتھیار کی حیثیت دے رکھی ہے۔ مخالف کیمپ زمانہ دراز سے منتظر تھا کہ احمد رضا کو بانی مذہب بنانے کے لیئے کچھ تو حاصل ہو، امام کی کتابوں نے انہیں ہمیشہ مایوس کیا، اگر کسی نے جرأت بھی کی تو آفتاب پر تھوکنے والوں جیسا حشر ہوا۔ نغمۃ الروح جو امام احمد رضا کی مدحت و تعریف میں ایک عقیدتمند کی جانب سے شائع کی گئی، اس سے امام احمد رضا کو نشانہ بنایا جائے؟ کہاں کا انصاف ہے۔ ہم جس سماج میں رہتے ہیں اور جس شریعت کو مانتے ہیں اس کا اصول یہ ہے کہ قائل کے قول سے اس کے عقیدے و نظریے کو پرکھا جائے گا۔ مصنف کی تصنیف سے اس کی تحریک کو سمجھا جائے گا۔ یہ کونسا سماج و دھرم ہے کہ کہے کوئی، موردِ الزام ٹھہرے کوئی، غلطی کرے کوئی سزا بھگتنے کوئی۔

خدارا! اپنوں پر میری اس تنقید کو مخالفین کے اعتراضات کا ردِ عمل ہرگز نہ سمجھا جائے، اور نہ ہی احساسِ کمتری میں یہ سب کچھ کہے جارہا ہوں۔ ہمارے علماء نے نغمۃ الروح پر کیئے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے ہیں۔ لیکن کیا ہی بہتر ہوتا کہ عقیدت کے یہ گل نہ کھلائے گئے ہوتے، ایسے ہی عقیدت والوں کے درمیان ایک سے ایک عبقری شخصیتیں دب کر رہ جاتی ہیں، شعوری یا غیر شعوری طور پر نذر کیئے جانے والے انہیں نغموں کو [illegible] ن ہے کہ امام احمد رضا پر کیئے گئے حملوں کا

ہم جم کر دفاع کریں اور مخالفین کی جارحیت سے امام احمد رضا کو محفوظ رکھنے کا فریضہ ادا کریں، چاہے اس کے لیے ہمیں اپنی جماعت کی اہم شخصیت کے بچاؤ سے معذور ہی کیوں نہ ہونا پڑے، دفاعی جنگ میں کچھ تو خسارہ برداشت ہی کرنا پڑے گا۔

یہ بھی ظلم ہی ہے!

سب جانتے ہیں کہ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ حدائق بخشش دو حصوں میں منقسم ہے، اور یہ دونوں حصے امام احمد رضا کی حیات مبارکہ میں ۱۳۲۵ھ میں اشاعت پذیر ہو چکے تھے، اسی دیوان نے اردو شاعری کو ایک نئی راہ دکھائی، صنف نعت کو ایک ستھرا شعور دیا، مسلمانوں کے قلوب کو مصطفیٰ جان رحمت کی طرف پھیر دیا، حدائق بخشش نعتوں کا ایک مجموعہ ہی نہیں، سیکڑوں آیات و احادیث کا تشریحی گلدستہ ہے۔

حدائق بخشش کے دونوں حصے چھپتے رہے اور فیض رسانی کا ذریعہ بنتے رہے لیکن ۶۶ سال کے بعد اس وقت ملت اسلامیہ کو ایک دھماکہ خیز صورت حال سے دوچار ہونا، جب ۱۳۶۶ھ میں ہماری ہی جماعت کے ایک سربراہ نے نعتیہ کلام کے ایک مجموعہ کو ''حدائق بخشش'' کا نام دے کر شائع کیا، طرفہ یہ کہ اسے تیسرا حصہ بھی قرار دے دیا ہے کہ امام احمد رضا کے وصال کے بعد انہیں کچھ کلام مختلف جگہوں سے دستیاب ہوئے ہیں جسے حدائق بخشش حصہ سوم کی شکل و صورت میں پیش کیا جا رہا ہے کیا اب بھی اس وضاحت کی ضرورت باقی ہے کہ امام احمد رضا کا مرتب کیا ہوا یہ تیسرا حصہ نہیں ہے؟ یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ یہ تیسرا حصہ محض امام احمد رضا کے ایک عقیدتمند کی خوش عقیدگی کا نمونہ ہے جس سے صاحب حدائق بخشش کا دور دور سے واسطہ نہیں ہے۔

علم و تحقیق کی دنیا والوں کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ جب بھی کسی ذات کے علمی شاہکار اور منتشر فکری اثاثہ کو جمع کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے براہ راست صاحب تذکرہ کی تخلیق قرار نہیں دیتے، مثلاً غالب و اقبال کے دور میں جو کچھ بھی مواد چھپے وہ انہیں کی مرضی کے مطابق تھے لیکن بعد کے آنے والوں کو ان حضرات کے جو بھی تخلیقی شاہکار میسر ہوئے اسے ''باقیات غالب'' اور ''باقیات اقبال'' کا نام دے کر شائع کیا، تاکہ اگر اس میں کچھ رطب و یابس شامل ہو جائے تو صاحب تذکرہ کی شخصیت مضروب نہ ہو، ''باقیات'' کے مدون کو ذمہ دار قرار دیا جائے۔

افسوس کہ امام احمد رضا کے ساتھ ایسا نہ ہو سکا، اپنی مرضی اور اپنی صوابدید پر ایک ایسا قدم اٹھا دیا، جس کی ہمت خود امام احمد رضا کے صاحبزادوں میں بھی نہ تھی اگر محبوب الملت مولانا محبوب علی خاں صاحب محنت شاقہ سے حاصل ہونے والے ''مجموعہ کلام'' کو ''باقیات رضا'' کے نام سے طبع کراتے تو آج وہ صورت حال ہمارے سامنے نہ آتی جس کے نہ آنے ہی میں امام احمد رضا اور سواد اعظم کی بھلائی تھی۔ مجھے محبوب الملت کے خلوص سے انکار نہیں ہے اور نہ ہی میں یہ ماننے کے لیے تیار ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی کسی قدیم رنجش کی بناء پر ایسا کیا ہے لیکن میں اس حقیقت کے اظہار سے بھی اپنے کو روک نہیں پا رہا ہوں کہ محبوب الملت نے کسی سے مشورہ کیے بغیر حدائق بخشش میں تیسری جلد کا اضافہ کر کے اپنی زندگی کا سب سے بڑا تسامح کیا ہے، ایک ایسا تسامح جس کی نظیر نہیں ملتی، ایک ایسی فاش غلطی جس کی تنہا ذمہ داری محبوب الملت پر عائد ہوتے ہوئے بھی امام احمد رضا کو مخالفین کے اتہام کی زد سے بچا نہ سکی، سوچ کر بتائیے کہ اس میں امام احمد رضا کی کیا غلطی؟ غیر شعوری ہی کیوں نہ ہو آنے والا مورخ اس طرح کی خوش عقیدگی کو ظلم ہی سے معنون کریگا۔